باب-09

شرک کیا ہے؟

☆ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ -

ترجمہ: اور ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔(سورۃ الفاتحہ: آیت4کاحصہ)

☆ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا -

ترجمہ: بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کو چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جو اللہ سے شرک کرتا ہے وہ تو بے انتہا گمراہ ہے۔(سورۃ النساء: آیت116)

کئی خداؤں کا ماننا یا اللہ تعالیٰ کی خاص صفتوں کو کسی اور میں ماننا، شرک ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو نہ ماننا یا خود اللہ تعالیٰ ہی کو نہ ماننا کفر ہے۔ یاد رہے کہ اہم ترین صفت "وجود بالذات" ہے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی ذاتی وجود رکھتا ہے۔ دوسرے سب کے سب وجود، اس کی ذات سے ہیں، اس کا عطیہ ہیں۔ اسی طرح محتاج نہ ہونا، اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اور اس کے سوا جتنے ہیں سب اس کے محتاج ہیں۔ سب کو اس کا محتاج سمجھنا ہی تو اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور اس کو نہ ماننا یا برائے نام ماننا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ یہ غفلت ہی مصیبت ہے اور مصیبتوں کو لانے والی ہے۔ اور یاد رکھو! شرک، بغاوت ہے جب کہ دوسرے گناہ جرائم ہیں۔ جس طرح سرکار، بغاوت کو معاف نہیں کرتی، باغی کو پھانسی دے کر اس کا کام تمام کیا جاتا ہے، اسی طرح شرک ناقابلِ معافی ہے۔ اور اس کی سزا خُلُوْدْ فِی النَّارْ، یعنی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالے "واجب الوجود" ہے۔ یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور "عدم" (نہ ہونا) ناممکن۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب 'ممکن' ہیں۔ ممکن کا وجود، بالذات نہیں ہوتا۔ اگر وہ بالذات ہوتا تو اپنے وجود سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہر ممکن سے پہلے بھی عدم ہے اور بعد میں بھی۔ چنانچہ اللہ کا وجود، بالذات ہونا ہی اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ خصوصی کو کسی بندے یا مخلوق میں موجود سمجھنا دراصل شرک ہے۔

اب اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ 'ممکن' میں یہ موجودہ صفات آئیں تو کہاں سے؟ ہم پر یہ کس کی حیات و علم کا پَرتَو ہے؟ ہماری سماعت و بصارت کس کی ہے؟ یہ قدرت ہے تو کس کی ہے؟ ارادہ آیا تو کہاں سے؟ ۔۔۔ درحقیقت یہ تمام وجودی صفات، اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئی ہیں جو 'منبعِ وجود' ہے۔

کونسی شئے ہے، نہیں جو مجھ میں
اک طلسمات کا پتلا ہوں میں

تو کیا ایسا سمجھنا شرک ہوا؟ ۔۔۔ نہیں، بالکل نہیں۔ شرک تو اُس وقت ہوتا جب ہم کسی کو اپنے میں بالذات جانتے۔ جس کی اصل ہی عدم، یعنی نہیں ہونا ہو، پھر تو رہتا ہی کیا ہے؟ اس کے دونوں ہاتھ خالی ہیں۔۔۔! مسلمان کے نزدیک 'ممکن' تو ہر آن، ہر لحظہ فنا ہوتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس میں عارضی وجود عطا فرماتا جاتا ہے۔۔۔(اب تو موجودہ سائنسدان بھی ہمارے بدن کے اس خلیاتی نظام یعنی cells system کو جان چکے ہیں کہ جس میں ہر آن فنا اور ہر لحظہ تازہ وجود کا عمل جاری ہے۔ مرتب)۔۔۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا قیوم ہے۔

جو کچھ ہے وہ آقا کا، کچھ نہیں بندے کا

یاد رکھو! نسبت، دو قسم کی ہوتی ہے۔ (1) نسبتِ حقیقی، (2) نسبتِ مجازی۔ اصلی موصوف کی طرف کسی صفت کو نسبت دینا، نسبتِ حقیقی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا، وہ دیکھتا ہے، وہ قدرت والا ہے، وہ حَیّ ہے، وہ قیوم ہے وغیرہ۔ یہ تمام صفتیں، اسناد و صفتِ حقیقی ہیں، true relations ہیں۔ جب کہ کسی صفت کو موصوف کی طرف نسبت کرنا، نسبتِ مجازی ہے۔ ' موسمِ بہار نے پھول پتے پیدا کیے '، ' ہم زندہ ہیں '، ' ہم جانتے ہیں ' ، ' ہم سنتے ہیں '، ' ہم دیکھتے ہیں '، ' ہم میں قدرت ہے ' ، ' ارادہ و کلام ہے ' یہ سب کہنا اسناد و صفتِ مجازی ہیں، illusive relations ہیں۔ نسبتِ مجازی سے شرک و کفر نہیں ہوتا۔ بات بات پر مسلمانوں کو بے سمجھے بوجھے مشرک اور کافر کہنا خود کو نشانۂ شرک و کفر بنانا ہے۔

جہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے وہاں اس نے ظاہری اسباب بھی لگا دیئے ہیں۔ اور باطنی اسباب بھی۔ ان اسباب کا استعمال کرنا شرک نہیں۔ ہاں اس کو ' موثر بالذات ' ماننا، یعنی ان ہی اسباب کو سب کچھ جاننا، شرک ہے۔

سورۃ الِ عمران کی آیت 49 میں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کا تذکرہ ہے۔ اس میں چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہنے والوں کے لیے اس میں تنبیہ ہے کہ بِاِذْنِ اللہِ کہنے کے بعد وہ کام، وہ

فعل، بالعرض ہو جاتا ہے اور مجاز میں داخل ہو جاتا ہے۔ نسبتِ مجازی سے نہ تو کفر ہوتا ہے اور نہ شرک۔ مٹی سے چڑیا کو پیدا کرنا، اس کا خالق ہونا اور مُردوں کو زندہ کرنا جب شرک نہیں تو دوسری نسبتیں کیوں کر شرک ہو سکتی ہیں۔؟

یہ بات یاد رکھو کہ " بِاِذْنِ اللہ " سمجھنے والا کبھی مشرک نہیں ہو سکتا۔ مشرک کہوگے تو اس کا رَدِ عمل ہوگا۔ اور " فَقَدْ بَآءَ اَحَدُھُمَا " کے فرمانِ نبیؐ کی رُو سے تم خود شرک میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ ایک اور بات یہ بھی جان لو کہ ایک بار بِاِذْنِ اللہِ کہہ دینا ہر دفعہ بِاِذْنِ اللہِ کہنے کی ضرورت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ یہ تو معمولی بلاغت کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ مسلمان کا اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ، یعنی بہار نے سبزی اگائی کہنا مجازی سند رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا کہنے والا خدا پرست ہے۔۔۔ ہاں البتہ مادہ پرست کا ایسا کہنا یقیناً اسنادِ حقیقی ہے۔

☆ شرک سے متعلق عام طور سے مختلف نوعیت کے کچھ سوالات بھی اٹھائے جاتے ہیں، جیسے۔

- سوال (1): کیا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عمومی، مثلاً علمِ غیب کا بندوں میں دیکھنا، شرک نہیں۔۔؟

جواب: علمِ غیب دراصل مجموعہ ہے علم اور غیب کا۔ علم کے معنی ہیں جاننا۔ ظاہر ہے کہ جس کا وجود بالذات ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)، تو اس کا علم بھی ذاتی ہے۔ اور جس کا وجود بالعَرَض ہے تو اس کا علم بھی بالعرض ہے۔ اسی طرح ممکن و مخلوق کا علم بھی بالعرض ہوا۔ اتنا ماننے کے بعد تو شرک میلوں دور ہو گیا۔ یاد رکھو کہ علم دیکھی چیز کا بھی ہوتا ہے۔ سنی بات سے بھی ہوتا ہے۔ علم، تحقیقی بھی ہوتا ہے اور تقلیدی بھی۔ اب رہ گیا غیب۔ تو اللہ کے لحاظ سے تو کوئی شئے غیب نہیں۔ دیکھو! علمِ غیب تین قسم پر ہے۔ (الف) غیبِ مطلق: وہ تو صرف اللہ ہی کو ہے اور بس۔ (ب) بعض علمِ غیب، انبیاء کو بھی دیا جاتا ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۔ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ، یعنی وہ عالم الغیب ہے اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسول پر (سورۃ الجن: آیت 27،26)۔ (ج) ایک علمِ غیب تو ہر مسلمان کو ہونا چاہیے۔ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ، (سورۃ البقرہ: آیت 3)، یعنی مسلمان غیب کا علم رکھتا ہے، یقین رکھتا ہے، ایمان رکھتا ہے۔ جس کو ایسا علمِ غیب نہیں وہ کافر ہے، مسلمان نہیں۔ وہ علمِ غیب کیسا ہے؟۔۔۔ جیسے اللہ، فرشتے جنت، دوزخ وغیرہ۔ شیطان بھی تو تمام لوگوں کے دل کی بات جانتا ہے۔ خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں، نزدیک ہوں یا دور۔ شیطان کا غیب کی بات جاننا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ تو کیا پھر شیطان سے شرک جائز ہے؟۔۔۔ نعوذ باللہ۔ یاد رکھو! اللہ کا کام، مطلق ہے، عام ہے، بالذات ہے۔ مخلوق کا کام بِقُوَّۃِ اللہِ ہے۔ بِاِذْنِ اللہِ ہے۔ اور وہ بھی نہایت کم تر۔ دراصل بندوں کو غیب کا جو علم ہوتا ہے

Siddiqui Publications

وہ غیبِ اضافی ہے۔ مطلق علم تو صرف اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ کو اتنا چھوٹا کیوں سمجھ رکھا ہے کہ ذرے میں دوسرے اس کے برابر آجاتے ہیں۔۔۔! یہ جو آج کل ہر روحانی کام سے اور علمِ غیب سے ڈرا کر روکا جاتا ہے درحقیقت یہ بے روح موحدوں کا کام ہے۔

- سوال(2) : مُردوں سے مدد طلب کرنا، کیا یہ شرک نہیں۔۔؟

جواب: بعض مادہ پرست موحد، زندوں کو رب، ممیت اور رزاق سمجھنے کو تو شرک نہیں قرار دیتے۔ لیکن مُردوں سے مخاطب ہوتے ہی اسے شرک قرار دے دیتے ہیں۔ دیکھو! شرک ہے تو زندہ مُردہ سب سے ہے۔ کیا انسان مرتے ہی نہ اہلِ دنیا کو دیکھتا ہے اور نہ ان کی سنتا ہے؟ حدیث شریف ہے کہ "قبروں کے پاس جاؤ تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرْ کہو"۔ مُردے دیکھتے سنتے نہیں تو یہ سلام کیوں کیا گیا؟۔۔۔ ان مادہ پرستوں کا معمولی مصیبت میں انگریزوں سے، کافروں سے مدد طلب کرتے پھرنا اور پھولے نہ سمانا کہ ہم نے زندوں سے مدد طلب کی ہے نہ کہ مُردوں سے، بڑا ہی دلچسپ عمل ہے۔ دیکھو ! دراصل خدا کے لیے بالذات اور بندوں کے لیے بالعرض نسبت دو تو یہ شرک نہیں بلکہ یہ نسبت، مجازی ہے۔

- سوال(3) : کیا کسی بزرگ کو یہ کہنا کہ آپ میری بیماری دور کر دیجئے، شرک نہیں۔۔؟

جواب: شفا دینا یا اولاد دینا اللہ کی خصوصی صفت ہے۔ ہر ایک وجودی صفت، بالذات اللہ کے لیے ہے۔ اور مجازی نسبت، اسباب کی طرف جاتی ہے۔ شفا کی نسبت، ڈاکٹر و حکیم اور دوا کی طرف جاتی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ لِأَھَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا، یعنی(اے مریمؑ) میں تمھارے پاس اسے لے آیا ہوں کہ میں تم کو پاک لڑکا دوں، (سورۃ مریم: آیت19)۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت سورۃ المائدہ کی آیت 110 میں فرماتا ہے کہ تم بناتے ہو مٹی کیچڑ سے مثل پرندے کی صورت کے، پھر تم اس میں پھونکتے ہو پھر وہ زندہ ہو جاتا ہے میرے حکم سے۔ اس کے علاوہ سورۃ الِ عمران کی آیت 49 میں ہے کہ تم شفا دیتے، چنگا کر دیتے ہو مادر زاد نابینا اور کوڑھی کو اور مُردوں کو زندہ کر دیتے ہو میرے (یعنی اللہ کے) حکم سے۔ ان تمام مقامات میں بِاِذْنِی یعنی بِاِذْنِ اللّٰہِ کی قید، نسبتِ مجازی کو ظاہر کرتی ہے۔ نسبتِ مجازی بھی شرک ہو جائے تو بات کرنی مشکل ہو جائے۔!

- سوال(4) : بزرگوں کے نام پر فاتحہ دے کر کھانا کھلانا، کیا شرک نہیں۔۔؟

جواب: ایصالِ ثواب کے ضمن میں جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں، ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میری بہن نے نیت کی تھی کہ وہ حج کرے گی

لیکن وہ حج کیے بغیر انتقال کر گئی ہے۔ تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ عرض کیا۔ جی ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا "اللہ کا قرض ادا کرو، وہ زیادہ مستحق ہے کہ ادا کیا جائے"۔ ایک اور روایت بخاری و مسلم ہی کی، حضرتہ عائشہؓ کے حوالے سے ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں اگر وہ اور زندہ ہوتیں تو خیرات کرتیں۔ پھر پوچھا اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو کیا ان کو ثواب پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"ہاں"۔

- سوال (5) : ایصالِ ثواب کے لیے کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا، کیا شرک نہیں۔۔؟

جواب: فاتحہ پڑھنا اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَّمْ یُبْدَ ءُ بِحَمْدِ اللهِ فَهُوَ اَبْتَرْ یعنی ہر کام جو " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " سے شروع نہ ہو ابتر ہے، بے خیر ہے۔۔۔ سامنے کھانا رکھنا تو صرف تعین کے لیے ہے۔ اور ایک ہی قسم کا کھانا بار بار پکا کر فاتحہ کرنا۔" خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَدْوَامُهَا "کے تحت ہے۔ یعنی بہترین کام وہ ہیں جن میں ہمیشگی ہو، تکرار ہو، مداومت ہو۔

- سوال (6) : کیا بندوں کی تعظیم، ان کی دست بوسی یا قدم بوسی، شرک نہیں۔۔؟

جواب: دیکھو ! اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور بندوں کی تعظیم۔۔۔ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ، اس کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو، (سورۃ الفتح: آیت 9)۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ، یعنی ماں باپ کے لیے اطاعت کا بازو جھکاؤ، پست کرو، (سورۃ الاسراء: آیت 24) ۔" قُوْمُوْا لِسَیِّدِكُمْ " یعنی تمھارے سردار کے لیے اٹھو، کھڑے ہو جاؤ۔ عبادت دل کا فعل ہے۔ اور شرک و کفر بھی دل کا کام ہے۔ شرک سے بچو۔ بُرے کام سے منع کرو، مگر سمجھ کر۔

- سوال (7) : یارسول اللہ اور یا غوث پکارنا، کیا شرک نہیں۔۔؟

جواب: یارسول اللہ اور یا غوث پر اعتراض کا جواب اس متفقہ حدیثِ مبارک میں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِحَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی عِنْدَکَ یَا حَبِیْبَنَا یَامُحَمَّدُ۔ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلَی الْعَظِیْمِ یَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ۔ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَکَ ، (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، صحیح ابن خزیمہ، حاکم بیہقی نے عثمان بن حنیف سے روایت کی)۔ دیکھو ! اس دعا میں یَاحَبِیْبَنَا یَامُحَمَّدُ کی ندا ہے، proclamation ہے، call to prayer ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی اس دعا کو صحابہ کرام نے خود پڑھا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔

Siddiqui Publications

صاحبو! ہم تو لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہِ پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ ہم میں گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ گناہ کرنے کی طاقت۔ اتنا سمجھنے کے بعد شرک اور کفر تو کوسوں دور ہو گیا۔ اس کا یقین کرنا ایمان ہے۔ اس کا احساس کرنا عرفان ہے۔ فنائے صفات ہے۔ فنائے ذات ہے۔ یہ سمجھنا کہ ہم بالذات کوئی فعل نہیں کر سکتے، فنائے افعال ہے۔ اور اس کا پانا توحیدِ افعالی ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ کوئی صفت ہم میں ذاتی و اصلی نہیں، فنائے صفات ہے اور اس کا محسوس کرنا توحیدِ صفاتی ہے۔ اپنی عدمیتِ اصلی کو سمجھنا فنائے ذات ہے اور اپنی ذات کو گم کر دینا، فنائے ذاتی ہے، توحیدِ ذاتی ہے۔ اللہ ہم کو شرک سے بچائے۔ نیستی کو ہستی بنائے۔ باطل میں حق نہ چھپائے۔ جو ہے وہ رہے۔ جو نہیں ہے وہ نیست ہو جائے، برباد ہو جائے۔

آخر میں ذرا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" پر غور کرو۔ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں تو بندے کے ہاتھ میں کیا دھرا رہا۔۔؟ جس کی بھی تعریف کرو حقیقتاً وہ اللہ ہی کی تعریف ہے۔ اپنی عدمِ ذاتی پر غور کرو۔ اور جس جس طرح غور کروگے اتنا ہی راستہ کھلے گا۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف چلوگے، بڑھوگے۔ یہ ہے راز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاھِرًا وَّ بَاطِنًا کا۔۔۔!

{ حوالہ تفسیر صدیقی- سورۃ الفاتحہ صفحہ 12 تا 21 پارہ 3 صفحہ 115 پارہ 5 صفحہ 96 تا 99
پارہ 16 صفحہ 31، 32، 86 پارہ 20 صفحہ 44، 45 اور پارہ 30 صفحہ 157}

متفرقات۔Miscellaneous

یہ بات یاد رکھو کہ سب سے پہلے جو گناہ سرزد ہوا وہ حسد ہے جس کا شیطان نے ارتکاب کیا۔ حاسد، محسود کو نقصان پہنچا سکے یا نہ سکے، خود اپنے کو ضرور نقصان پہنچاتا رہے گا۔ آگ دوسرے کو جلائے یا نہ جلائے اپنے آپ کو جلاتی ہے اور گھل گھل کر راکھ ہو جاتی ہے۔

{ حوالہ تفسیر صدیقی- پارہ 1 صفحہ 16}

Siddiqui Publications